اردو صحافت کے ۲۰۰ (دوسو) سال: ایک جائزہ

محمد عرفان اور توصیف احمد خان

ABSTRACT

Urdu Journalism in sub-continent shall turn 200 years old after few years. It has transformed tremendously in terms of news writing, vocabulary, lay-out, make-up and visual appeal. Internet and searchable Urdu (Unicode) have successfully introduced the language and the Urdu journalism internationally. Apart from a number of these revolutionary positive measures Urdu Journalism bears numerous signs of bad journalism. The concepts such as objectivity, balanced news, right to reply, fairness, professional editor, libel and other laws related to a professional and responsible practice of journalism are still alien up to quite a large extent. Press Release still finds a convenient way to the print and few reporters trouble rechecking the facts. Agenda Journalism, hero driven reactionary narrative rule the roost. This paper claims that Urdu newspapers, in general, have failed to satisfy their readers with the quality of news and information they provide.

برصغیر میں اردو صحافت کا ارتقاء

اردو صحافت کا آغاز ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور میں ہوا۔صحافت کی تاریخ پر تحقیق کرنے والے اس بات پر متفق ہیں کہ اردو کا پہلا اخبار جام جہاں نما تھا جو ۱۶ مئی ۱۸۲۲ء کو کلکتہ سے شائع ہوا۔اس کے ایڈیٹر منشی سدا سکھ مرزا پوری تھے۔بعد میں اس کا فارسی کا ایڈیشن بھی شائع ہوا۔اس ہفت روزہ اخبار کا چندا چار آنے فی پرچہ یا ایک روپیہ ماہانہ تھا۔اس اخبار کا بنیادی مقصد یورپی باشندوں کے لیے اہم معلومات (خبروں) پر مشتمل ہوتا تھا۔اخبار انگریزی اخبارات سے خبریں ترجمہ کر کے بھی شائع کرتا تھا۔(صدیق، ۱۹۸۰ء) انگریزوں کی بڑی تعداد نے اس اخبار کو اردو سیکھنے کے لیے پڑھنا شروع کیا۔فورٹ ولیم کالج کا آغاز ۱۸۰۰ء میں ہو چکا تھا۔انگریز قارئین کی ضرورت کے لیے جام جہاں نما کی زبان سادہ، رواں اور عام فہم ہوتی تھی۔

اردو کا دوسرا اخبار دہلی اردو اخبار فروری ۱۸۳۷ء میں دہلی سے شائع ہوا۔مولانا باقر اخبار کے ایڈیٹر تھے۔دہلی اردو اخبار کی خصوصیت یہ تھی کہ اس اخبار میں سیاست کے علاوہ معاشرے اور تعلیم و تمدن سے متعلق خبریں شائع ہوتی تھیں۔یہ اردو کا پہلا اخبار تھا جس نے اپنے زمانے میں کافی ترقی کی اور ایک طویل عرصے تک شائع ہوتا رہا۔مولانا باقر کو اردو کا پہلا نڈر صحافی کہا جاتا ہے۔انہوں نے صحافت کو ایک تحریک کی طرح بڑی کامیابی سے استعمال کیا۔مولانا باقر نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی بھرپور حمایت کی۔جب انگریزوں نے دوبارہ دہلی پر قبضہ کیا تو مولوی محمد باقر کی سرگرمیوں کی پاداش میں انہیں ۱۶ دسمبر ۱۸۵۷ء کو دہلی دروازے کے باہر میدان میں گولی مار کر سزائے موت دے دی گئی۔(ایضاً) مولانا باقر پہلے صحافی تھیں جنہیں ان کی تحریروں کی بناء پر پھانسی دی گئی۔

اردو کے ایک اور اخبار صادق الاخبار، جس کے ایڈیٹر سید جمیل الدین تھے، نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی حمایت کی۔انگریز حکومت نے اس اخبار کو بند کیا اور سید جمیل الدین کو قید کی سزا کاٹنی پڑی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت ختم ہوئی اور برطانوی ہند حکومت قائم ہوئی جس

کے اثرات زندگی کے ہر شعبے پر پڑے اور اخبارات بھی اس سے متاثر ہوئے ۔(نیئر جان،۱۹۶۲ء)
۱۸۵۸ء میں اردو کا اخبار اودھ پنچ شائع ہونا شروع ہوا۔منشی نول کشور اودھ پنچ کے مالک اور ایڈیٹر تھے ۔پہلے یہ ہفتے میں دو مرتبہ شائع ہوتا تھا لیکن ۱۸۷۴ء میں روزنامہ میں تبدیل ہو گیا۔اس اخبار میں مرزا غالب جیسے ادیبوں کی تحریریں شامل کی جاتی تھیں۔اودھ پنچ میں ایسے مقالات بھی شائع ہوئے جن میں انگریزوں کو یہ بات سمجھانے کی کوشش کی گئی کہ مسلمان ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے ذمہ دار نہیں تھے، یوں اودھ پنچ نے برطانوی حکومت کی مسلمانوں سے بدگمانیاں دور کرنے کی کوشش کی ۔(ایضاً)

سرسید احمد خان نے ۳۰ مارچ ۱۸۶۶ء کو علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ کا آغاز کیا اس گزٹ میں انگریزی اور اردو میں کالم شائع ہوتے تھے ۔اس گزٹ میں خبروں کے علاوہ ہندوستانیوں خاص طور پر مسلمانوں کے مسائل منظر عام پر لائے جاتے تھے تاکہ انگریز حکومت کو عوام کے حالات کا پتہ چل سکے۔سرسید نے اپنے مقالات کے ذریعے اس اخبار میں مسلمانوں کا مؤقف پیش کیا تاکہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بارے میں انگریز حکومت کی بدگمانیوں کو دور کیا جائے ۔سرسید نے برطانیہ سے واپسی پر ۲۴ دسمبر ۱۸۷۰ء کو تہذیب الاخلاق جاری کیا۔اس اخبار کا مقصد مسلمان معاشرے کی اصلاح تھی ۔تہذیب الاخلاق کی اشاعت سے اردو صحافت نے ایک بالکل نئی راہ اختیار کر لی ۔سرسید نے اس اخبار کے ذریعے اردو صحافت کو با معنی اور با مقصد بنانے کے ساتھ ساتھ اردو ادب اور شاعری کے معیار اور وقار میں بھی اضافہ کیا اور مسلمانوں کو جدید تعلیم کی جانب راغب کرنے کے لیے مؤثر مہم چلائی ۔(خورشید،۱۹۶۳ء)

ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان میں اپنے اقتدار میں آنے کے بعد مغربی تعلیمی نظام کو نافذ کیا۔ شہروں میں اسکول اور کالج کھولنے کا سلسلہ شروع ہوا اور یونیورسٹیاں قائم ہوئیں ۔اس کے ساتھ ہی ہندوستان میں جدید انتظامی اور عدالتی نظام قائم ہوا۔کلکتہ اور دہلی کو ملانے کے لیے ریلوے لائن بچھائی گئی۔ہندوستان میں بجلی کی آمد کے بعد معاشرے میں بنیادی تبدیلیاں رونما ہوئیں اور جدید صنعتیں قائم ہونا شروع ہوئیں ۔

کمپنی نے کلکتہ سے دہلی تک ٹیلی گراف کا نظام قائم کیا اور اس طرح ہندوستان میں متوسط طبقہ کے وجود کے لیے حالات سازگار ہو گئے (جوشی، ۲۰۰۱ء)۔ ہندوستان میں ایک نیا سماج وجود میں آیا۔ سیاسی جماعتیں، مزدور اور کسان تنظیمیں قائم ہوئیں۔ظاہر ہے ہندوستان کے سماج میں ان بنیادی تبدیلیوں کا مثبت اثر اخبارات پر بھی پڑا۔چونکہ متوسط طبقہ جس طرح کی شہری زندگی تخلیق کرتا ہے اس میں اخبارات بہت ہی اہم ہوتے ہیں۔لہذا ۱۹ویں صدی کے آخر تک روزنامہ کا اجراء ہونا شروع ہو گیا اور اخبارات کی تعداد میں بھی اضافہ ہو گیا۔ہندوستان میں صنعتی اور تجارتی سرگرمیوں کے فروغ کی بناء پر اخبارات کو اشتہارات کی شکل میں آمدنی کا ایک اور ذریعہ میسر آ گیا۔اشتہارات نے مستقبل میں صحافت کی تبدیلی میں کلیدی حیثیت اختیار کر لی۔

اردو کا پہلا روزنامہ اردو گائیڈ ۱۸۵۸ء میں کلکتہ سے جاری ہوا۔ یہ اخبار اپنے مندرجات کے لحاظ سے اپنے ہم عصر ہفت روزہ اخبارات سے مختلف نہیں تھا۔ایک اہم اخبار پیسہ اخبار ۱۸۸۷ء میں فیروز والہ ضلع گوجرانوالہ سے منشی محبوب عالم نے شائع کیا۔اس اخبار نے مسلمانوں کے حقوق کے لیے آواز اٹھائی۔بعد میں یہ اخبار لاہور منتقل ہو گیا۔ پیسہ اخبار اردو صحافت کی تاریخ میں ممتاز مقام رکھتا ہے۔ یہ پہلا اخبار تھا جس کی اشاعت اس وقت گیارہ ہزار تک پہنچ چکی تھی۔اخبار میں اشتہارات بھی شائع ہوتے تھے۔یہ اخبار ۱۹۲۴ء میں بند ہو گیا۔ پیسہ اخبار سے جڑے صحافیوں نے مستقبل میں صحافت کے میدان میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ (Schimmel, 1975)

یکم جنوری ۱۸۷۱ء کو پنڈت مکندرام نے اخبار عام جاری کیا۔اس کے ایڈیٹر پنڈت گوپی ناتھ تھے۔اس کا سالانہ چندا ڈھائی روپے دو روپے آٹھ آنے) تھا۔یہ ہفتے میں تین بار شائع ہوتا تھا اور اپنے وقت کا ہندوستان کا سب سے بہتر اخبار سمجھا جاتا تھا۔اخبار عام میں اشتہارات بھی شائع ہوتے تھے۔اخبار کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ خبریں مختصر اور بڑی تعداد میں شائع کی جاتی تھیں اور اداریے بھی مختصر ہوتے تھے۔بعد میں

چل کر اخبار عام اور پیسہ اخبار جدید اردو صحافت کے علمبردار بن گئے۔ ان اخبارات کی قائم کردہ روایات کو دیگر اخبارات نے اپنایا۔ (خورشید، ۱۹۶۳)

بیسویں صدی کا آغاز ہندوستان کی آزادی کے نعرے سے ہوا۔ کانگریس، مسلم لیگ، کمیونسٹ پارٹی اور دیگر جماعتوں نے آزادی کا نعرہ بلند کیا۔ اس دور میں اردو صحافت میں نئے تجربات سامنے آئے۔ سیاسی رہنما، شاعر اور اعلیٰ پائے کے مقرر اخبارات کے ایڈیٹر بنے اور اردو اخبارات نے خلافت تحریک اور IndiaQuit تحریک وغیرہ میں اپنا پیغام پہنچانا شروع کیا۔

مولانا حسرت موہانی نے جولائی ۱۹۰۳ء میں رسالہ اردو معلی شائع کیا۔ حسرت موہانی ہندوستان کی آزادی کی تحریک کے سرگرم کارکن تھے۔ انہوں نے اردو معلی کے ذریعے آزادی کی تحریک کو تیز کیا اور قید و بند کی صعوبتیں اٹھائیں۔ اردو معلی کو اس وقت کڑے حالات کا سامنا کرنا پڑا جب حکومت نے قلمی نام سے شائع ہونے والے ایک آرٹیکل کے مواد کو غیر قانونی قرار دے دیا۔ رسالہ کے ایڈیٹر مولانا حسرت موہانی سے اس آرٹیکل کے حقیقی مصنف کا نام معلوم کیا گیا مگر حسرت نے اعلیٰ صحافتی اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے مصنف کا نام ظاہر کرنے سے انکار کیا۔ حسرت کو ایک خصوصی عدالت نے قید اور جرمانے کی سزا دی اور جرمانے کی وصولی کے لیے حسرت کا قیمتی کتب خانہ نیلام کر دیا گیا۔ (سلیم، ۲۰۰۰ء)

اسی طرح مولانا سراج الدین نے جون ۱۹۰۳ء میں کرم آباد سے ہفت روزہ اخبار زمیندار جاری کیا۔ مولانا سراج الدین کے انتقال کے بعد اس کی ادارت ان کے صاحبزادے مولانا ظفر علی خان نے سنبھالی اور زمیندار لاہور منتقل ہو گیا اور بعد میں روزنامہ بن گیا۔ زمیندار اردو صحافت کا پہلا اخبار تھا جس نے رائٹر اور اے پی آئی (ایسوسی ایٹ پریس آف انڈیا) سے خبریں حاصل کر کے شائع کرنے کا انتظام کیا۔ (خورشید، ۱۹۶۳ء)

زمیندار نے ہندوستان کی آزادی کی تحریک کی آگہی پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا اور اپنے دور میں چلنے والی مختلف سیاسی تحریکوں کے بارے میں بڑی تعداد میں خبریں شائع کیں۔ ان خبروں کی پاداش میں اخبار کے ایڈیٹر مولانا ظفر علی خان کو قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ انگریز سرکار نے اخبار سے مختلف اوقات میں ضمانتیں طلب کیں۔ آخر میں اخبار پر 10 ہزار روپے جرمانہ عائد ہوا۔ جرمانہ ادا نہ کر سکنے کی صورت میں اخبار کا پریس ضبط کر لیا گیا۔ زمیندار اپنی خبروں، زوردار اداریوں اور کالموں کی بناء پر اپنے وقت کا مقبول ترین اخبار تھا۔ زمیندار نے صحافیوں کی تربیت میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ زمیندار سے تعلق رکھنے والے کئی صحافی مستقبل میں کئی اخبارات کے ایڈیٹر بنے جن میں مولانا غلام رسول مہر اور چراغ حسن حسرت وغیرہ شامل تھے۔ (ایضاً)

مولانا ابوالکلام آزاد نے کلکتہ سے ۱۳ جولائی ۱۹۱۲ء میں الہلال جاری کیا۔ یہ اپنے وقت کا جدید طرز کا رسالہ تھا جس میں قومی اور بین الاقوامی امور پر اعلیٰ معیار کے آرٹیکل شائع ہوتے تھے۔ اس کا لے آؤٹ بھی جدید تھا مگر جلد ہی حکومت نے الہلال پر پابندی لگا دی۔ پھر مولانا ابوالکلام آزاد نے البلاغ شائع کیا۔ ان اخبارات نے آزادی کے پیغام کو عوام تک پہنچایا۔ انگریز حکومت نے ان رسائل سے ضمانتیں طلب کیں۔ پھر اخبارات کے ڈیکلریشن منسوخ کیے گئے اور مولانا ابوالکلام آزاد متعدد بار باغیانہ تحریروں کی وجہ سے گرفتار ہوئے۔ (اشرف، ۲۰۰۲ء)

مولانا محمد علی جوہر نے کلکتہ سے انگریزی کا ہفت روزہ کامریڈ شائع کیا جو بعد میں دارالحکومت دہلی منتقل ہو جانے سے اس کے دفتر کو دہلی منتقل کیا گیا۔ پھر ۲۳ فروری ۱۹۱۳ء کو اردو روزنامہ ہمدرد شروع ہوا۔ ہمدرد نے اخبار کو اردو ٹائپ میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا تو یہ ٹائپ بیرون ملک سے برآمد کیا گیا۔ مولانا محمد علی جوہر نے انگریزوں کے خلاف شعلہ بیان اداریے اور مضامین تحریر کیے۔ انگریز حکومت نے کامریڈ اور روزنامہ ہمدرد پر پابندی لگا دی۔ (نیئر جان، ۱۹۶۲ء)

مولانا غلام رسول مہر اور مولانا عبدالمجید سالک نے روزنامہ زمیندار سے علیحدہ ہو کر لاہور سے ۴ اپریل ۱۹۲۷ء کو روزنامہ انقلاب جاری کیا۔ علامہ اقبال انقلاب کے سرپرست تھے۔ روزنامہ انقلاب میں غلام رسول مہر کے اداریے اور مولانا سالک کا مزاحیہ کالم افکار و حوادث شائع ہوتا تھا۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کا کہنا ہے کہ انقلاب نے علامہ اقبال کے الہ آباد کے خطبے سے پہلے پاکستان کا مطالبہ کیا تھا۔ انقلاب نے پہلے مسلم لیگ کے سر شفیع گروپ کی حمایت کی تھی مگر سر شفیع اور محمد علی جناح نے مسلم لیگ کے گروپوں کے انضمام کے لیے تحریک چلائی تھی۔

۱۹۲۰ء کے قریب لاہور سے روزنامہ پرتاپ، روزنامہ بندے ماترم، کیسری اور روزنامہ ملاپ شائع ہوئے۔ پرتاپ کے ایڈیٹر مہاشے کرشن جرات مندانہ اور مدلل اداریے لکھتے تھے جس کی بناء پر وہ گرفتار ہوئے۔ اخبار کی ضمانت بھی ضبط ہوئی۔ روزنامہ کیسری تحریک عدم تعاون کا حامی تھا۔ حکومت کے دباؤ پر بند ہوگیا۔ کئی مسلمان صحافی بھی ان اخبارات میں کام کرتے تھے۔ (نیئر جان، ۱۹۶۲ء)
دوسری جنگ عظیم کے آغاز تک ہندوستان کی سیاست نے بالکل نئی صورت اختیار کر لی تھی۔ ہندو مسلم اتحاد یکسر ختم ہو چکا تھا۔ مسلم لیگ نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء میں قرارداد لاہور منظور کی، یوں پاکستان کا نعرہ عام ہونا شروع ہوا۔

ان حالات میں اردو اخبارات میں بھی نئی تبدیلی آئی۔ مسلم لیگ کے حامی اخبارات کا اجراء ہوا۔ ان اخبارات کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ ان کے ایڈیٹر سیاسی رہنما، مبلغ اور شاعر وغیرہ نہیں تھے بلکہ پروفیشنل ایڈیٹر تھے اور سرکولیشن کے ساتھ ساتھ اشتہارات بھی اخبارات کی آمدنی کا ذریعہ بن گئے تھے۔ (جوشی، ۲۰۰۱)

روزنامہ نوائے وقت ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور سے پندرہ روزہ رسالہ کے طور پر شائع ہوا۔ یکم جون ۱۹۴۲ء کو ہفت روزہ اور ۲۲ جولائی ۱۹۴۴ء کو یہ روزنامہ بن گیا۔ یہ جریدہ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور کے کچھ

نوجوانوں کی اجتماعی کاوش تھا۔حمید نظامی،عبدالستار نیازی،شبیر حسن اور سی آر اسلم زمانہ طالب علمی کے گہرے دوست تھے۔سی آر اسلم، جو بعد میں معروف سوشلسٹ رہنما کی حیثیت سے مشہور ہوئے، نے پندرہ روزہ اخبار کا ڈیکلریشن حاصل کیا۔وہ نوائے وقت کے پہلے ناشر تھے۔پہلے ایڈیٹر شبیر حسن تھے۔۱۹۴۴ء میں یہ رسالہ روزنامہ بن گیا۔پھر شبیر حسن میڈیکل کی تعلیم کے لیےلندن چلے گئےتو نوائے وقت کےایڈیٹر حمید نظامی بنے۔(فیروز،۱۹۵۷ء)

ڈاکٹر فوزیہ اسحاق نے حمید نظامی پر لکھے گئے مقالے میں لکھا ہے کہ۲۲ جولائی ۱۹۴۴ءتک چودھری رحمت اللہ اسلم ایل ایل بی کا نام اخبار کے مینیجنگ ڈائریکٹر اور پبلشر کے طور پر شائع ہوتا رہا۔حمید نظامی نے نوائے وقت کےاداریوں اور کالموں میں قیام پاکستان کی بھرپور حمایت کی۔(ایضاً) نوائے وقت نے پاکستان کے قیام کے وقت ہندو مسلمان فسادات کی تصاویر،خبریں،اداریےاور کالم بھرپور انداز میں شائع کیے۔پھر قیام پاکستان کے بعد نوائے وقت پنجابی بیوروکریسی اور اسٹیبلشمنٹ کے قریب محسوس ہوا۔

قیام پاکستان کےبعد:

قیام پاکستان کے بعد پنجاب میں مسلم لیگی قائدین نواب افتخار ممدوٹ اور میاں ممتاز دولتانہ کے درمیان شدید چپقلش پیدا ہوئی۔پنجاب کے وزیراعلیٰ ممدوٹ کو مستعفی ہونا پڑا اور میاں ممتاز دولتانہ وزیراعلیٰ بنے۔انہوں نے ورلڈ پریس نیوزلندن سے اپنے ۱۱جنوری ۱۹۵۲ءکو شائع ہونے والے آرٹیکل میں لکھا ہے کہ پنجاب کےانتخابات کےموقع پر نوائے وقت پر پری سنسر شپ عائد کردی گئی۔پھر دولتانہ نے اقتدار سنبھالتے ہی اخبار کا پرنٹنگ پریس ضبط کرلیا جس کی بناء پر اخبار کی اشاعت معطل ہوگئی۔حکومت نے نوائے وقت کا ڈیکلریشن کسی اور کودے دیا۔اس دوران نوائے وقت کی انتظامیہ نے روزنامہ جہاد کی اشاعت کا فیصلہ کیا تو حکومت نے جہاد کا ڈیکلریشن منسوخ کردیا۔حکومت کا کہنا تھا کہ پریس کی ضبطگی کے بعد روزنامہ نوائے وقت کا ڈیکلریشن خودبخود منسوخ ہوگیا ہے۔نوائے وقت کی انتظامیہ نےاس دوران ندائے ملت کے نام سےاخبار

جاری کیا۔ پنجاب ہائی کورٹ نے نوائے وقت کا ڈیکلریشن بحال کر دیا۔ حمید نظامی نے پاکستان ٹائمز اور روزنامہ امروز کے چیف ایڈیٹر فیض احمد فیض کے ساتھ مل کر امتناعی قوانین کے خلاف مہم چلائی اور ۱۹۵۳ء میں چلائی جانے والی قادیانی مخالف تحریک میں کوئی فعال کردار ادا نہیں کیا۔ حمید نظامی کے انتقال کے بعد ان کے بھائی مجید نظامی اخبار کے ایڈیٹر بن گئے۔ (ایضاً) اب نوائے وقت پنجابی بیوروکریسی اور آرمی اسٹیبلشمنٹ کے مزید قریب ہو گیا۔ نوائے وقت نے صدارتی انتخابات میں جنرل ایوب خان کے بجائے متحدہ اپوزیشن کی امیدوار محترمہ فاطمہ جناح کی حمایت کی۔ نوائے وقت نے ایوب خان کی کابینہ سے علیحدگی کے بعد ذوالفقار علی بھٹو کی حمایت کی مگر جب بھٹو نے پیپلز پارٹی بنائی اور اسلامی سوشلزم کو اپنے سیاسی منشور میں جگہ دی تو نوائے وقت نے پیپلز پارٹی کی مخالفت شروع کر دی جو کئی عشروں تک جاری رہی۔ نوائے وقت نے جنرل ضیاء الحق کے اسلام نافذ کرنے کے ایجنڈے کی بھرپور حمایت کی۔ نوائے وقت کے ایڈیٹر مجید نظامی نے ۱۹۷۶ء میں ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ وہ پسند نہیں کرتے کہ نوائے وقت میں خواتین کام کریں اور اخبار کا فلمی صفحہ شائع ہو۔ یہی وجہ تھی کہ نوائے وقت میں ۱۹۸۱ء سے پہلے خواتین صحافیوں کو ملازمت نہیں دی جاتی تھی۔

۱۹۸۱ء میں جب روزنامہ جنگ لاہور سے شائع ہونے لگا اور جنگ میں خواتین اداکاراؤں کی رنگین تصاویر شائع ہونے لگیں اور نوائے وقت کی سرکولیشن کم ہو گئی تو مجید نظامی، جو اس وقت اے پی این ایس اور سی پی این ای کے صدر بھی تھے، نے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاء الحق سے مطالبہ کیا کہ اخبارات کے درمیان سرکولیشن وار کو روکنے کے لیے مارشل لاء ریگولیشن جاری کیا جائے۔ مجید نظامی نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ سرکولیشن وار سے ملک کی سلامتی کو خطرہ ہے۔ (نیازی، ۱۹۸۶ء) ان کے اس بیان کی خاصی مذمت ہوئی اور جنرل ضیاء الحق کی حکومت نے اس بیان پر عملدرآمد نہیں کیا تو پھر نوائے وقت میں بھی خواتین کے لیے ملازمتوں کے دروازے کھل گئے اور فلمی صفحہ بھی شائع ہونے لگا۔ اس وقت کے نوائے وقت کے چیف رپورٹر عبدالقادر حسن نے معروف شاعر فیض احمد فیض کا انٹرویو کیا۔ اس سے پہلے تک فیض احمد فیض کو نوائے وقت میں ملک دشمن اور بھارت اور روس کے ایجنٹ کی حیثیت میں پیش کیا جاتا رہا تھا۔ نوائے وقت نے ہمیشہ پاکستان

بھارت دوستی کی مخالفت کی۔نوائے وقت کے ایڈیٹر مجید نظامی ہمیشہ دہلی کے تاریخی قلعہ پر پاکستان کا پرچم لہرانے کا نعرہ لگاتے رہے۔نوائے وقت مسلم لیگ کا بھرپور حامی رہا۔اس بناء پر نوائے وقت نے میاں نواز شریف کی مکمل حمایت کی۔(توصیف،۲۰۱۴ء)نوائے وقت ہمیشہ فوج کے سیاسی کردار کا بھی حامی رہا مگر جب ۱۹۹۹ء میں جنرل پرویز مشرف نے نواز شریف کا تختہ الٹا اور اقتدار سنبھالا تو نوائے وقت نے جنرل پرویز مشرف کی فوجی حکومت کی مخالفت کی۔نوائے وقت طالبان کی افغانستان میں قائم ہونے والی حکومت کی حمایت کرتا رہا ہے۔

ترقی پسند رہنما میاں افتخار الدین نے ۴فروری ۱۹۴۷ء کو لاہور سے انگریزی کا اخبار پاکستان ٹائمز شائع کیا جس کے ایڈیٹر فیض احمد فیض تھے۔پھر اگلے سال اردو کا اخبار امروز ۴مارچ ۱۹۴۸ء کو شائع ہوا جس کے پہلے ایڈیٹر چراغ حسن حسرت تھے جبکہ فیض احمد فیض چیف ایڈیٹر تھے۔امروز میں شائع ہونے والی ایک خبر پر 12 مئی 1948ء کو چیف ایڈیٹر فیض احمد فیض اور پبلشر امیر حسین شاہ کو گرفتار کیا گیا۔(نیازی،۱۹۸۶ء) فیض صاحب پہلے صحافی تھے جو آزادی کے فوراً بعد گرفتار ہوئے۔حسرت کا صحافت کا ایک طویل تجربہ تھا۔ انہوں نے مولانا ابوالکلام آزاد جیسی شخصیت کے اثرات قبول کیے اور کلکتہ کے ایک اخبار عصر جدید میں سب ایڈیٹر کی ملازمت سے اپنے کیریئر کا آغاز کیا۔انہوں نے زمیندار اور احسان جیسے اخبارات میں کام کیا۔جب ہندوستان کی کمیونسٹ پارٹی نے سوویت یونین پر جرمنی کے حملے کے بعد برطانیہ اور اتحادی افواج کی حمایت کی تو فیض احمد فیض اور چراغ حسن حسرت نے ہندوستان کی فوج میں باقاعدہ شمولیت اختیار کرلی۔حسرت کو اردو کے اخبار فوجی کی اشاعت کے لیے کوالالمپور بھیج دیا گیا۔یہ اخبار رومن اردو میں شائع ہوتا تھا۔حسرت نے کوالالمپور میں انگریز صحافیوں سے اخبار کا جدید لے آؤٹ اور میک اپ سیکھا۔جب انہوں نے امروز شائع کیا تو جدید لے آؤٹ پر شائع ہوا۔(فیروز،۱۹۵۷ء) سینئر صحافی اور ادیب احمد بشیر لکھتے ہیں کہ حسرت ایک اخباری آرٹسٹ تھے۔وہ صحافت کی آرٹ اور سائنس کو جانتے تھے۔ان کا مزاحیہ کالم بہت مقبول ہوا۔ممتاز افسانہ نگار سعادت حسن منٹو نے لکھا ہے کہ امروز انڈین نیشنل کانگریس کے اخبار قومی آواز کی طرز پر شائع ہوا تھا۔

حسرت نے سول وملٹری گزٹ کے خلاف مغربی پاکستان کے ایڈیٹروں کے مشترکہ اداریے کی مخالفت کی۔حسرت ۱۹۵۱ء میں امروز سے مستعفی ہوگئے۔پھر احمد سعید کرمانی اور مطلبی فرید آبادی ایڈیٹر مقرر ہوئے۔پھر ممتاز ادیب، شاعر وصحافی احمد ندیم قاسمی کو ایڈیٹر بنایا گیا۔جب ۱۹۵۹ء میں جنرل ایوب خان نے مارشل لاء کے نفاذ کے بعد پروگریسو پیپرز لمیٹڈ (P.P.L) کے اخبارات پاکستان ٹائمز، امروز اور ہفت روزہ لیل ونہار پر قبضہ کیا تو احمد ندیم قاسمی مستعفی ہوگئے۔امروز کا کراچی ایڈیشن بھی شائع ہوا مگر وہ جلد ہی بند ہوگیا۔ ۶۰ کی دہائی میں امروز کا ملتان سے ایڈیشن شائع ہوا جو خاصا کامیاب رہا۔(ایضاً) جدید لے آؤٹ، میک اپ، آفسٹ پریس پر شائع ہونے، معروضی خبروں، ممتاز صحافیوں اور ادیبوں کی تحریروں کی بناء پر امروز نے زمیندار اور نوائے وقت جیسے اخبارات کو پیچھے چھوڑ دیا۔(توصیف، ۲۰۱۴ء) امروز نے مزدور، کسانوں، خواتین اور طالب علموں کی خبروں کو اولیت دی۔ اخبار نے ۵۰ کی دھائی میں دنیا بھر میں جاری اقوام کی استعماریت کے خلاف شائع ہونے والی تحریکوں کے بارے میں آرٹیکل اور اداریے شائع کیے۔اخبار نے پاکستان کے امریکہ سے اتحاد، سرد جنگ میں فرنٹ اسٹیٹ بننے اور سوویت یونین کے خلاف امریکی اڈوں کے قیام کی مخالفت کی اور اسے ملک کے مستقبل کے لیے خطرناک قرار دیا۔اسی طرح اخبار نے مشرقی بنگال، سندھ، بلوچستان اور سرحد کے حقوق اور صوبائی خودمختاری کے لیے آواز بلند کی۔احمد ندیم قاسمی کے مستعفی ہونے کے بعد ظہیر بابر، مسعود اشعر، حمید اختر، شفقت تنویر مرزا اور حمید جہلمی وغیرہ نے ایڈیٹر کے فرائض انجام دیئے۔امروز کے قلمی معاونین میں سعادت حسین منٹو، پطرس بخاری، عبدالحمید سالک، سید عابد علی عابد، ایوب کرمانی اور اے حمید وغیرہ شامل تھے۔پی پی ایل میں شامل ہونے کے باوجود امروز کی بنیادی پالیسی تبدیل نہیں ہوئی صرف صدر ایوب خان کی حکومت کی مخالفت کا سلسلہ بند ہوا۔جب ایوب خان کے خلاف ۱۹۶۸ء میں عوامی تحریک چلی تو امروز نے اس تحریک کی بھرپور کوریج کی۔جنرل ضیاء الحق کے دور میں امروز کا زوال شروع ہوا۔جب امروز کا ترقی پسند کردار ختم ہوگیا تو پاکستان میں روزنامہ امروز نے ادبی ایڈیشن شائع کرنے کی ابتداء کی۔یہ ''قسمت علمی وادبی'' کے نام سے ۷ مارچ ۱۹۴۸ء کو شائع ہونا شروع ہوا۔اس طرح امروز نے پنجابی ادب کا ایڈیشن بھی شائع کیا۔پاکستان ٹائمز اور روزنامہ امروز پہلے اخبارات تھے جہاں پر صحافیوں کے

لیے تنخواہ کا اسکیل رائج کیا گیا۔ اس سے پہلے صحافیوں کی تنخواہوں کا کوئی اسکیل نہیں تھا۔ پھر ایڈیٹر، آل پاکستان نیوز پیپر ایڈیٹرز کانفرنس اور صحافی نمائندوں کو پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس کے اجلاسوں میں شرکت کے لیے ٹکٹ اور الاؤنس دینے کی روایت شروع کی۔ بعد ازاں امروز کی قائم کردہ روایات کو دیگر اخبارات نے بھی اپنانا شروع کر دیا۔

روزنامہ انجام ۱۹۳۶ء میں دہلی سے جاری ہوا۔ عثمان آزاد اس کے ایڈیٹر تھے۔ روزنامہ انجام نے تحریک پاکستان کی مکمل حمایت کی۔ یہ اخبار ۱۹۴۷ء میں کراچی سے شائع ہونے لگا۔ بعد ازاں اس کا ایڈیشن پشاور سے بھی شائع ہوا۔ روزنامہ انجام صحافت کے دہلی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتا تھا اس لیے اخبار پرانے لے آؤٹ اور خبروں کے پرانے اسٹائل پر شائع ہوتا تھا۔ اخبار نے ہندوستان ہجرت کر کے کراچی میں آباد ہونے والے مہاجرین کے مسائل کو اجاگر کیا۔ سردار علی صابری، شوکت صدیقی اور ابراہیم جلیس جیسے صحافی اور ادیب انجام کے ایڈیٹر رہے۔ مالکان اور کارکنوں کے درمیان چپقلش نے اخبار کی ساخت کو کمزور کیا۔ پریس ٹرسٹ بننے کے بعد روزنامہ انجام، روزنامہ مشرق میں ضم ہو گیا۔ مشرق کراچی، لاہور اور پشاور سے شائع ہوتا تھا (فیروز، ۱۹۵۷ء)

اردو کا سب سے بڑا اخبار روزنامہ جنگ ۱۹۳۹ء میں میر خلیل الرحمٰن اور واداعشرت حسین کے مشترکہ انتظام میں، شام کے اخبار کے طور پر شائع ہوا۔ غازی انعام پردیسی اس کے پہلے ایڈیٹر تھے۔ جنگ کا پہلا شمارہ دو صفحات پر مشتمل تھا۔ جنگ دوسری جنگ عظیم کی خبریں نمایاں طور پر شائع کرتا تھا۔ مولانا بدر جلالی، رئیس امروہوی اور سید محمد تقی جیسے صحافی جنگ میں کام کرتے تھے۔ (ایضاً) جنگ اپنے ابتدائی زمانے میں کانگریس کی حمایت کرتا تھا۔ مسلم لیگ کے حامی اخبار انجام کے مقابلے میں اس کی سرکولیشن کم تھی۔ میر خلیل الرحمٰن نے ۱۹۴۳ء میں اخبار کی پالیسی تبدیل کی اور مسلم لیگ کا حمایت شروع کر دی۔ روزنامہ جنگ کراچی سے ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو جاری ہوا۔ اس کے ایڈیٹر سید محمد تقی تھے۔ ابتدائی دنوں میں جنگ اور انجام کا مقابلہ

عروج پر پہنچ گیا۔ ابتدائی دور میں جنگ میں خبروں کی ترتیب کا انداز سنسنی خیزی پر مبنی تھا۔ مجید لاہوری کا کالم ''نمک دان'' بہت مقبول ہوا۔ رئیس امروہوی نے ۳۱ جولائی ۱۹۴۸ء سے جنگ میں قطعات لکھنے کا سلسلہ شروع کیا۔ (ایضاً)

۱۹۵۰ء میں شفیع عقیل نے جنگ میں شمولیت اختیار کی تو سنڈے ایڈیشن شائع ہونا شروع ہوا۔ اس زمانے میں جنگ کی لوح پر ''پاکستان کی جمہوری ترقی اور بین الاقوامی اسلامی اتحاد کا نقیب'' کا سلوگن شائع ہوتا تھا۔ پھر سمیع دہلوی اور نجمی کے کارٹون شائع ہونے لگے۔ ۱۹۵۸ء کے مارشل لاء کے نفاذ کے بعد جنگ کی لوح پر ''باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت پاکستان کے ہر روزنامہ سے زیادہ'' لکھا جانے لگا۔ ابتدائی دور سے ہی جنگ میں قومی اور مذہبی تہواروں پر اخبار کے خاص ایڈیشن شائع ہوتے تھے جن میں صفحات کی تعداد ۲۰ سے زائد بھی ہو جاتی تھی۔ ممتاز ادیب ابراہیم جلیس کا کالم ''وغیرہ وغیرہ'' اور انعام درانی کا مزاحیہ کالم ''تلخ و شیریں'' نے بہت شہرت حاصل کی۔ پیر علی محمد راشدی کا کالم ''مشرق و مغرب'' اور ابن انشاء کی ''آوارہ گرد کی ڈائری'' بھی ادارتی صفحے پر شائع ہوتی تھی۔ (توصیف، ۲۰۱۴ء)

روزنامہ جنگ کا راولپنڈی ایڈیشن ۱۳ نومبر ۱۹۵۹ء، لندن ایڈیشن ۱۹۶۹ء، کوئٹہ ایڈیشن ۱۹۷۲ء اور ملتان ایڈیشن اکتوبر ۲۰۰۲ء میں شائع ہوئے۔ جنگ نے ۱۹۹۸ء میں انٹرنیٹ پر بھی اپنا ویب پورٹل جاری کر دیا۔

روزنامہ جنگ نے ہمیشہ نئی ٹیکنالوجی کو اپنانے میں پہل کی اور اس کی وجہ سے اس کی اشاعت میں اضافہ ہوا۔ جب مارکٹ میں یہ خبریں پھیلیں کہ سینئر صحافی فخر ماتری اردو کا اخبار حریت شائع کرنے والے ہیں اور اس مقصد کے لیے وہ جدید پرنٹنگ پریس درآمد کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو جنگ نے سب سے پہلے جدید آفسٹ پریس لگا دیا۔ (عابدی، ۲۰۱۴ء) اس طرح جنگ بین الاقوامی اخبار کے سائز پر شائع ہونے لگا اور تصویریں نمایاں انداز میں شائع ہونے لگیں۔ خاص طور پر رنگین تصاویر اور رنگین صفحات کی پرنٹنگ کا معیار بہت بہتر ہوگیا۔ اسی طرح جب میر خلیل الرحمٰن کے صاحبزادے میر شکیل الرحمٰن نے ۱۹۸۱ء میں جنگ کا لاہور

ایڈیشن شائع کرنے کا فیصلہ کیا تو کتابت کی جگہ اردو کمپیوٹر کی ٹیکنالوجی حاصل کی گئی، اور اس کے ساتھ ہی اردو صحافت انفارمیشن ٹیکنالوجی کے دور میں داخل ہو گئی۔ اب جنگ لاہور ایک گنجلک مگر خوبصورت لے آؤٹ کے ساتھ شائع ہونے لگا۔ خبروں کی تعداد بڑھ گئی، تصاویر کا معیار بہتر ہو گیا اور پھر اخبار میں رات گئے تک موصول ہونے والی خبروں کی اشاعت ممکن ہو گئی۔ جنگ کے بارے میں یہ تاثر عام تھا کہ اخبار میں تمام مکتبہ فکر کے قارئین کے لیے خبریں موجود ہوتی تھیں مگر ادارتی صفحات بے جان ہوتے تھے۔ جنگ لاہور میں ارشاد احمد حقانی کے تجزیوں نے اردو صحافت میں ایک نئی روایت کی بنیاد ڈالی۔ ارشاد احمد حقانی نے اپنے تجزیوں میں جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء حکومت کا بھرپور تنقیدی جائزہ پیش کیا۔ بعدازاں روزنامہ جنگ کے مدیران میں سید محمد تقی، یوسف صدیقی، محمود مدنی اور محمود شام شامل ہوئے تو اخبار کا ادارتی صفحہ بھی مقبول ہونے لگا۔

محمود شام کے جنگ چھوڑنے کے بعد اخبار میں پروفیشنل ایڈیٹر کے عہدے کا زوال شروع ہو گیا۔ روزنامہ جنگ نے پریس ریلیز کو بطور خبر شائع کرنے کی روایت ڈالی جو بعد میں تمام اردو اور دیگر زبانوں کے اخبارات نے اپنایا، یوں خبر میں معروضیت کا عنصر کم ہو گیا۔ جب ۹۰ء کی دھائی میں کراچی کی سیاسی جماعت ایم کیو ایم نے جنگ کا بائیکاٹ کیا تو ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین اور جنگ کے مالک و ایڈیٹر میر خلیل الرحمٰن کے درمیان مفاہمت کی کوششیں شروع ہوئیں۔ اس مفاہمت کے نتیجے میں جنگ کے صفحہ اول اور آخری صفحات پر کئی کالم الطاف حسین اور ان کی جماعت کے رہنماؤں کی تقریروں اور سرگرمیوں کے لیے مختص کر دیے گئے۔ اس کے بعد دیگر لسانی اور مذہبی تنظیموں نے دباؤ ڈال کر ان صفحات پر اپنے لیے بھی جگہ مختص کروالی۔

جنگ کے مختلف ادوار میں برسر اقتدار حکومتوں سے تعلقات خراب ہونے کی وجہ سے نیوز پرنٹ اور اشتہارات کا کوٹہ کم ہوا اور اخبار نے مالی نقصان برداشت کرنا پڑا۔ وزیر اعظم نواز شریف کی دوسری حکومت نے ۱۹۹۹ء میں جنگ کی انتظامیہ کو ایک فہرست دی جس میں ناپسندیدہ صحافیوں کو جنگ گروپ کے اخبارات سے

نکالنے کی ہدایت دی گئی تھی۔ روزنامہ جنگ کے چیف ایڈیٹر میر شکیل الرحمٰن نے حکومت کے دباؤ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو حکومت نے جنگ کے اشتہارات بند کر دیے، نیوز پرنٹ کا کوٹہ ختم کر دیا اور بینکوں میں اکاؤنٹ سیل کر دیے۔ جنگ کی تاریخ میں پہلی دفعہ میر شکیل الرحمٰن نے کراچی پریس کلب میں ایک پریس کانفرنس میں ایک وفاقی وزیر کا ٹیپ سنایا جس میں جنگ کے خلاف کارروائی کا ذکر تھا۔ اس موقع پر میر شکیل الرحمٰن نے خفیہ عسکری ایجنسیوں سے اپنے تعلقات واضح کر لیے۔ سپریم کورٹ کی مداخلت پر یہ معاملہ ختم ہوا۔
روزنامہ جنگ کی پالیسی ۲۰۰۷ء میں ایک بار پھر تبدیل ہوئی۔ جنگ نے چیف جسٹس افتخار احمد چوہدری کی بحالی کی وکلاء کی تحریک کی بھرپور حمایت کی اور اخبار کے پہلے اور آخری صفحات پر طویل تجزیے، خبریں اور کالم شائع ہونے لگے۔ پیپلز پارٹی کی تیسری حکومت جو آصف علی زرداری کی قیادت میں قائم ہوئی تو جنگ میں زرداری حکومت کے خلاف جارحانہ خبروں اور تجزیوں کا دور شروع ہوا اور اخبار ایجنڈا جرنلزم کا علم بردار بن گیا۔ پھر جنگ میں شائع ہونے والی مختلف نوعیت کی خبروں میں مخصوص نوعیت کا ایجنڈا نظر آنے لگا اور خبروں میں معروضیت کا عنصر ختم ہو گیا۔ جنگ نے ادارتی صفحات پر اپنے کالم نگاروں کو جگہ دینا شروع کی یہ کالم نگار ملک کی بڑی سیاسی جماعتوں کی نمائندگی کرتے تھے۔ جنگ نے ایک قدامت پرستانہ پالیسی بھی اختیار کی۔ جنگ میں مذہبی ایڈیشن کی تعداد میں اضافہ ہونے لگے۔ اسی طرح نائن الیون کے بعد جنگ کی مجموعی پالیسی کا تاثر طالبان اور سعودی منحرف اسامہ بن لادن کی حمایت کا آیا۔ جنگ میں طالبان اور اسامہ کی حمایت میں اشتہارات بھی شائع ہوئے۔

عنایت اللہ نے ۱۶ دسمبر ۱۹۶۳ء کو لاہور سے مشرق جاری کیا۔ عنایت اللہ نے یورپ کے رنگین اخبارات کا تجربہ مشرق پر کیا۔ صفحہ اول پر رنگین سرخیاں اور رنگین تصاویر شائع ہوئیں۔ پھر میگزین کا ایک نیا تصور آیا، خواتین، بچوں، کھیل اور بین الاقوامی امور کے رنگین صفحات شائع ہونے لگے۔ مشرق نے جرائم کی خبروں کو ابھارا۔ مشرق کراچی، پشاور اور کوئٹہ سے بھی شائع ہونے لگا۔ عنایت اللہ کے بعد اقبال زبیری اور ضیاء الاسلام انصاری مشرق کے چیف ایڈیٹر بنے۔ ضیاء الاسلام انصاری نے جنرل ضیاء الحق کے دور میں مشرق کو

حکومت کا ترجمان بنا دیا، یوں مشرق زوال پزیر ہو۔ بد قسمتی سے مشرق کی قائم کردہ روایات کو باقی اخبارات نے اپنا لیا۔ (فاطمی، ذاتی انٹرویو، ۲۰۰۸ء)

فخر ماتری نے ۱۹۶۰ء میں حریت کا اجراء کیا۔ اس کے مدیران میں یوسف صدیقی، فرہاد زیدی، نیر علوی، انور خلیل، محمد احمد اور سجاد میر وغیرہ شامل تھے۔ حریت نے نئی پیج کا تصور پیش کیا۔ اخبار میں اردو زبان کے معیار اور خبروں کی معروضیت پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی۔ ایک وقت تھا کہ جب یہ محسوس کیا جا رہا تھا کہ حریت اردو کا سب سے بڑا اخبار بن جائے گا مگر فخر ماتری کے اچانک انتقال اور ادارے کو درپیش مالیاتی بحران کی بناء پر حریت زوال پزیر ہو گیا۔ بعد میں ڈان گروپ نے حریت کو خرید لیا مگر جب الطاف گوہر روزنامہ حریت کے چیف ایڈیٹر بنے تو روزنامہ حریت نے بھٹو حکومت کے خلاف زوردار خبریں شائع کیں جس پر حریت کو بھٹو حکومت نے ۳۰ دن کے لیے بند کر دیا۔ ڈان گروپ نے ۱۹۸۹ء میں حریت کو ایک اور پارٹی کو دیدیا۔ (ایضاً)

۱۹۷۰ء میں پاکستان کے تین معروف صحافیوں عبداللہ ملک، حمید اختر اور آئی اے رحمٰن نے روزنامہ آزاد لاہور سے جاری کیا۔ اس کے نیوز ایڈیٹر عباس اطہر تھے۔ آزاد بائیں بازو کا حامی اخبار تھا۔ (خورشید، ۱۹۶۳ء) آزاد نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں عوامی لیگ، پیپلز پارٹی اور نیشنل عوامی پارٹی کی حمایت کی۔ عباس اطہر اردو صحافت میں خبروں کی سرخیاں لگانے کے ماہر تھے۔ انہوں نے مختصر الفاظ پر مشتمل سرخیوں کو بڑے سائز پر شائع کرنا شروع کیا۔ جب پیپلز پارٹی کے چیئرمین نے مارچ ۱۹۷۱ء میں عوامی لیگ سے سمجھوتہ نہ ہونے پر لاہور کے جلسہ عام میں ڈھاکہ میں ہونے والے قومی اسمبلی کے اجلاس کے بائیکاٹ کا اعلان کیا تو عباس اطہر نے یہ سرخی لگائی، ''اُدھر تم اِدھر ہم''۔ یہ سرخی تاریخ کا حصہ بن گئی۔ پیپلز پارٹی کے حلقے کہتے ہیں کہ بھٹو نے یہ الفاظ استعمال نہیں کیے تھے مگر عباس اطہر کا کہنا ہے کہ بھٹو کی تقریر کا مفہوم یہی تھا۔ آزاد نے عوامی لیگ کو اقتدار منتقل کرنے کی حمایت کی اور یحیٰی خان اور بھٹو کے موٴقف پر تنقید کی جس کے بعد آزاد

مشکلات کا شکار رہا۔ (فاطمی، ذاتی انٹرویو، جنوری ۲۰۰۸ء) آزاد کا اداریۂ صفحہ اپنے وقت کا بہترین صفحہ تھا۔ آزاد میں لکھنے والوں میں فیض احمد فیض، سبطِ حسن، مظہر علی خان، عبد ملک، حمید اختر، آئی اے رحمٰن، ابراہیم جلیس اور منیر نیازی جیسے اکابرین شامل تھے۔

۱۹۷۰ء میں پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس (P.F.U.J) نے عبوری امداد کے حصول کے لیے ۱۰ روز تک تاریخی ہڑتال کی تو مختلف اخبارات میں ۲۰۰ کے قریب صحافی اور اخباری کارکن برطرف کر دیے گئے۔ ان برطرف ہونے والے صحافیوں میں روزنامہ جنگ کے نیوز ایڈیٹر افضل صدیقی اور اجمل دہلوی بھی شامل تھے۔ (مظہر عباس، ذاتی انٹرویو، نومبر) ان دونوں صحافیوں نے ۱۹ مئی ۱۹۷۲ء کو روزنامہ امن جاری کیا۔ امن نے مختصر خبروں کا ایک نیا سلسلہ شروع کیا۔ سیاسی جماعتوں، مزدور، طلبہ، خواتین، کسانوں اور مذہبی تنظیموں کے پریس ریلیز خبروں کی صورت میں شائع کرنا شروع کیے۔ پھر جمعہ خان کا کالم ایک نئے انداز میں شائع ہوا۔ افضل صدیقی کو نیشنل عوامی پارٹی کے سربراہ ولی خان کے ایک بیان کی اشاعت پر جیل کی سزا سنائی گئی۔ جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء میں امن جنرل ضیاء الحق حکومت کی مخالفت کرنے والی سیاسی اور دیگر تنظیموں کی خبروں کا محور بن گیا اور اخبار کی اشاعت میں زبردست اضافہ ہوا۔ پھر اجمل دہلوی نے جمعہ خان کے قلمی نام سے کالم کے ذریعے تہلکہ مچایا۔ جمعہ خان کے کالم میں مختصر جملوں میں ضیاء الحق حکومت کا محاسبہ کیا جاتا تھا۔ لاہور ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف قصوری قتل کیس کی تفصیلات امن میں شائع ہوئیں۔ امن ۹۰ء کی دھائی سے متحدہ قومی موومنٹ کا غیر سرکاری ترجمان بن گیا، یوں اس کی سرکولیشن متاثر ہوئی۔ امن آج بھی الطاف حسین کے بیانات شائع کرتا ہے اور کراچی میں ہونے والے فوجی آپریشن کے نقائص بیان کرتا ہے۔

ضیاء شاہد نے ۱۹۹۱ء میں لاہور سے روزنامہ پاکستان کا اجراء کیا۔ روزنامہ پاکستان خبروں کے منفرد اخبار اور منفرد سرخیوں کی بناء پر مقبول ہوگیا۔ روزنامہ پاکستان نے خبروں کو جس انداز میں پیش کیا اس سے خبروں میں معروضیت کا عنصر متاثر ہوا۔ (شامی، ذاتی انٹرویو) ضیاء شاہد کے روزنامہ پاکستان سے الگ

ہونے کے بعد اس کی مقبولیت متاثر ہوئی۔بعد ازاں ممتاز صحافی مجیب الرحمٰن شامی اس کے ایڈیٹر بنے۔ پاکستان اب بھی ملک کے مختلف شہروں سے شائع ہوتا ہے۔

پھر ضیاء شاہد نے روزنامہ خبریں شائع کیا۔ضیاء شاہد نے مختلف شہروں میں کام کرنے والے صحافیوں کو پیشکش کی کہ وہ اخبار میں سرمایہ کاری کریں اور اپنے شہروں میں بیورو چیف بن جائیں۔اسی طرح رپورٹروں کے لیے اخبار میں حصہ دار بن کر کام کرنے کی روایت بنی جس سے اسکینڈل زیادہ چھپے اور خبر کی معروضیت پس منظر میں چلی گئی۔خبریں آج بھی ملتان اور اطراف کے علاقوں میں پڑھا جانے والا سب سے بڑا اخبار ہے۔

پاکستان میں سیاسی جماعتوں کی جانب سے اخبارات شائع کرنے کی روایت موجود رہی ہے۔سیاسی جماعتوں نے اپنے اخبار شائع کیے مگر یہ تجربہ زیادہ کامیاب نہیں ہوا۔قادیانی جماعت نے الفضل اپنے ہیڈ کوارٹر گورداسپور سے مارچ ۱۹۳۵ء میں شائع کیا۔پاکستان بننے کے بعد یہ لاہور سے شائع ہونے لگا مگر مارچ ۱۹۵۳ء میں حکومت نے سیفٹی ایکٹ کے تحت اس اخبار پر پابندی لگادی۔(شمس، ۲۰۰۲)

جماعت اسلامی نے ۵۰ کی دھائی میں لاہور سے پہلے روزنامہ تسنیم اور پھر قاصد جاری کیا۔ معروف صحافی ارشاد احمد حقانی اور سعید ملک تسنیم کے ایڈیٹر رہے مگر پھر یہ روزنامہ بند کردیا گیا۔جماعت اسلامی نے ۲۳ مارچ ۱۹۷۰ء میں ملتان سے روزنامہ جسارت شائع کیا۔پھر ۲۱ مئی ۱۹۷۰ء یہ کراچی سے شائع ہونے لگا۔اس کے پہلے ایڈیٹر الطاف حسن قریشی تھے۔۱۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو محمد صلاح الدین جسارت کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔پیپلز پارٹی کی پہلی حکومت کے دوران جسارت نے سخت تنقیدی رویہ اختیار کیا جس پر صلاح الدین گرفتار ہوئے اور جسارت پر پابندی لگادی گئی۔جنرل ضیاء الحق کے اقتدار میں آنے کے بعد ۶ ستمبر ۱۹۷۷ء سے جسارت کا دوبارہ اجراء ہوا اور محمد صلاح الدین ایک بار پھر ایڈیٹر بنادیے گئے۔(فریال، ۲۰۰۱ء)

جماعت اسلامی اور جنرل ضیاء الحق کی حکومت میں اختلافات کے بعد صلاح الدین اپنے ساتھیوں سمیت جسارت سے علیحدہ ہو گئے۔ (مظہر عباس، ذاتی انٹرویو) روزنامہ جسارت ملک کا واحد اخبار ہے جس میں مزدوروں کا صفحہ شائع ہوتا ہے۔ مزدوروں کے صفحے پر مزدور تنظیموں کی سرگرمیاں اور ان کی جدوجہد کو اجاگر کیا جاتا ہے۔ جسارت میں اب یوم مئی پر مزدوروں کا صفحہ خصوصی طور پر شائع ہوتا ہے مگر جسارت کی سرکولیشن بہت کم ہے۔

پیپلز پارٹی نے ۱۹۷۰ء میں لاہور سے اپنا اخبار روزنامہ مساوات کا اجراء کیا۔ حنیف رامے اس کے ایڈیٹر تھے۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو ذوالفقار علی بھٹو کے اقتدار میں آنے کے بعد مساوات کراچی اور فیصل آباد سے شائع ہونے لگا۔ مساوات نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں پیپلز پارٹی کی حمایت میں شاندار مہم شروع کی۔ ۱۹۷۲ء سے ۱۹۷۷ء تک روزنامہ مساوات بغیر کسی رکاوٹ کے شائع ہوتا رہا۔ ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو جنرل ضیاء الحق نے بھٹو حکومت کا تختہ الٹا تو روزنامہ مساوات نے مزاحمتی صحافت شروع کی۔ مساوات کے ایڈیٹر بدرالدین، احمد ظہیر کاشمیری اور عباس اطہر وغیرہ کو گرفتار کر لیا گیا اور مساوات پر متعدد بار پابندی لگی۔ پیپلز پارٹی کی تیسری حکومت نے روزنامہ مساوات پر پابندی ختم کر دی۔ (علیگ، ذاتی انٹریو، جنوری ۲۰۱۲) لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں سیاسی و مذہبی جماعتوں کے اخبارات کی اشاعت کا تجربہ کامیاب نہیں ہوا۔

نئی صدی اردو صحافت میں مکمل طور پر انفارمیشن ٹیکنالوجی کے ساتھ طلوع ہوئی۔ ۳ ستمبر ۱۹۹۸ء میں کراچی سے ایکسپریس کا اجراء ہوا۔ ایکسپریس مکمل طور پر Environment Paperless میں شائع ہوا۔ اس کے پہلے ایڈیٹر نیر علوی تھے۔ طاہر نجمی کی قیادت میں ٹیم نے خوبصورت لے آؤٹ اور بہترین سیٹنگ کے ساتھ خبروں کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا۔ لیکسن گروپ آف کمپنیز نے ایکسپریس کی قیمت دیگر اخبارات کے مقابلے میں کم مقرر کی۔ جلد ہی یہ کراچی کا دوسرا بڑا اخبار بن گیا۔ ۲۷ اگست ۲۰۰۲ء میں ایکسپریس لاہور سے شائع ہونے لگا۔ پھر 11 شہروں سے اس کے ایڈیشن شائع ہونے لگے۔ (نجمی، ذاتی انٹرویو) ایکسپریس

نے ایک زمانے میں معروف کالم نگاروں کی خدمات حاصل کیں جن میں حمید اختر، زاہدہ حنا، عبدالقادر حسین، حسن نثار اور اوریا مقبول جان وغیرہ شامل تھے۔ اسی بناء پر پنجاب میں ایکسپریس کی مقبولیت بڑھی مگر جب ۲۰۰۷ء میں چیف جسٹس افتخار چوہدری کی بحالی کی وکلاء کی تحریک چلی تو جنگ نے اپنی رپورٹنگ کا اسٹائل تبدیل کیا مگر ایکسپریس نے تحقیقاتی رپورٹنگ کو اہمیت نہیں دی جس کی بناء پر ایکسپریس کی مقبولیت متاثر ہوئی۔ ایکسپریس میں شائع ہونے والی خبروں میں ایجنڈا جرنلزم کی عکاسی ہوتی ہے۔

اکیسویں صدی کے پہلے عشرے میں نجی ٹیلی وژن مالکان نے اردو اخبارات شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ اب ایک ساتھ کئی بڑے شہروں سے اخبار شائع ہورہے ہیں۔ نئی بات لاہور، کراچی اور اسلام آباد سے نکلا جس کے ایڈیٹر دائیں بازو کے صحافی عطاء الرحمٰن ہیں مگر یہ اخبار زیادہ کامیاب نہیں ہوا۔ دنیا گروپ نے روزنامہ دنیا کراچی، لاہور اور اسلام آباد سے شائع کیا۔ سینئر صحافی نذیر ناجی اس کے چیف ایڈیٹر ہیں۔ کئی سینئر کالم نگار دنیا کے ادارتی صفحے پر لکھتے ہیں۔ روزنامہ دنیا نے مختلف سیاسی جماعتوں کے بیانیہ کو پیش کرنے والے کالم نگاروں کی خدمات حاصل کی ہیں۔ اب ۹۲ ٹی وی چینل نے روزنامہ ۹۲ کا اجراء کیا ہے۔ کئی کالم نگار جنگ، ایکسپریس، دنیا اور نوائے وقت کو چھوڑ کر روزنامہ ۹۲ کا حصہ بن گئے ہیں۔ اب اردو میں طالبان کا حامی اخبار روزنامہ اسلام کراچی سمیت کئی شہروں سے جدید ٹیکنالوجی پر شائع ہوتا ہے۔ اخبار میں خواتین کی تصاویر اور خواتین کی تصویر والے اشتہار شائع نہیں ہوتے۔

۱۹۹۰ء کی دہائی میں روزنامہ امت کراچی شائع ہونا شروع ہوا۔ سید صلاح الدین امت پہلے ایڈیٹر تھے۔ امت گروپ نے ہفت روزہ تکبیر اور ماہنامہ غازی بھی شائع کرتا ہے۔ ۲۰۰۲ء میں سید صلاح الدین کے قتل کے بعد رفیق افغان اخبار کے ایڈیٹر مقرر کیے گئے۔ یہ اخبار مذہبی اور سیاسی معاملات میں اپنے مخصوص نقطہ نظر کی وجہ سے شہرت رکھتا ہے۔ خبروں میں معروضیت کے بجائے ہیجان انگیزی غالب نظر آتی ہے۔ تکفیری و شدت پسند مذہبی بیانیہ کو خبروں، تجزیوں اور اخبار کے دیگر رنگین صفحات پر شائع ہونے والی رپورٹوں میں پیش

کیا جاتا ہے۔ یہ اخبار کراچی کے علاوہ حیدرآباد، راولپنڈی اور پشاور سے بھی شائع ہوتا ہے۔

اردو اخبارات کے بیشتر کالم نگار اپنے کالموں میں اپنا اور اپنے اہل خانہ یا دوستوں کا ذکر فخر سے کرتے ہیں اور کہیں تو سیاست دانوں کی طرح ماضی میں لکھے گئے کالم میں کی گئی پیشگوئی کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ اسی طرح اردو اخبارات میں انگریزی اخبارات کی طرح آرٹیکل رائیٹنگ کرنے والے صحافی اور تجزیہ نگاروں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ بعض صحافیوں کا کہنا ہے کہ عسکری اسٹیبلشمنٹ اور بیوروکریسی کی اردو اور انگریزی اخبارات کے بارے میں پالیسی مختلف ہے۔ جن موضوعات پر انگریزی اخبارات میں کھل کر اظہار کیا جاتا ہے اردو اخبارات کو ان موضوعات پر مواد شائع کرنے کے لیے فوجی اسٹیبلشمنٹ، کالعدم تنظیموں اور مذہبی اور سیاسی جماعتوں کے دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اردو پاکستان بھر میں بولی جاتی ہے۔ اس بناء پر اردو اخبارات عوام سے رابطہ کا اب بھی ایک مؤثر ذریعہ ہیں۔ بیشتر اخبارات میں پروفیشنل ایڈیٹر کا ادارہ موجود نہیں ہے جہاں پروفیشنل ایڈیٹرز ہوں۔ ان کے پاس ادارتی معاملات کے اختیارات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اردو اخبارات کی پسماندگی کا اندازہ اس مثال سے لگایا جاسکتا ہے کہ اخبارات اپنے ساتھی اخبارات کے نام خبروں اور تجزیوں میں شائع نہیں کیے کرتے۔ مالکان کے علاوہ مارکیٹنگ کا شعبہ اخبار کی پالیسی کو طے کرنے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ اردو اخبارات رائے عامہ بنانے میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں مگر ملک کے پالیسی ساز ادارے اردو صحافت کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ بیشتر اردو اخبارات کے لیے اب انسانی حقوق، طلبہ، صحت، خواتین اور غیر مسلم پاکستانیوں کے اور جمہوری اداروں کے استحکام اہمیت کے حامل نہیں ہیں۔ بیشتر اردو اخبارات رجعت پسند مائنڈ سیٹ کی عکاسی کرتے ہیں۔

حاصل بحث:

اردو صحافت نے برصغیر میں آزادی کی تحریک میں کلیدی کردار ادا کیا۔ لیکن ۱۹۴۷ میں پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد اردو صحافت مجموعی طور پر بری طرح متاثر ہوئی اور اپنی ساکھ برقرار نہیں رکھ سکی۔ خبروں

کے معیار میں کمی آئی اور قارئین کا اعتماد کم ہوا۔ آئین کے آرٹیکل ۱۹ میں مشروط آزادی، ریاست میں بار بار ظاہر ہونے اور طویل عرصے تک موجود رہنے والے مارشل لاء، ۱۹۷۱ میں جنگ کے نتیجے میں ریاست کی تقسیم، صحافیوں اور صحافت کے لیے سخت ترین قوانین، ملک میں قوانین کے اطلاق کی کمزور صورت حال اور غیر موثر عدالتی نظام کی موجودگی میں اردو صحافت عوام سے دور ہوگئی۔ اسی طرح کاروباری ماحول اور مسابقت پر ضروری قانون سازی نہ ہونے اور موجودہ قوانین کی گرفت کمزور ہونے کی بناء پر چند صحافتی اداروں (میڈیا گروپس) نے مالی طور پر خوب ترقی کی اور اپنے سیاسی اثر ورسوخ میں اضافہ کیا۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کی آمد سے اردو زبان میں خبروں اور اطلاعات کا سفر تیز تر ہوگیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اطلاعات کی تصدیق، معتبریت اور معروضیت جیسے مسائل پیدا ہوئے۔ اکیسویں صدی میں سوشل میڈیا کی موجودگی سے خبروں اور اطلاعات کے پھیلاو پر ابلاغ عامہ کے ذرائع کی اجارہ داری ختم ہوجانے کے بعد عوام کو مصدقہ، قابل اعتماد، معروضی معلومات اور تفاعلی تجزیے کی فراہمی میں اردو صحافت کو ابھی ایک طویل سفر طے کرنا ہے۔

حوالہ جات

☆ احمد، سلیم، (۲۰۰۰) حسرت کی سیاست، پاکستان اسٹڈی سینٹر، کراچی یونیورسٹی، سندھ، پاکستان۔

☆ خان، توصیف احمد، (۲۰۱۴) آزادی صحافت میں صحافتی تنظیموں کا کردار، کراچی پریس کلب، کراچی، سندھ، پاکستان۔

☆ خورشید، عبدالسلام، (۱۹۶۳) صحافت پاک و ہند، مجلس ترقی ادب طبع اول۔

☆ رشید، فریال (۲۰۰۱)، اکابر صحافت، شعبہ ابلاغ عامہ، کراچی یونیورسٹی، کراچی۔

☆ شمس الدین، محمد (۲۰۰۲)، روزنامہ جنگ کی ابتداء، تحقیقی رسالہ 'جرنلسٹ'، شعبہ ابلاغ عامہ، کراچی یونیورسٹی، کراچی۔

☆ صدیق، احمد عتیق، (۱۹۸۰)، ہندوستانی اخبار نویسی کمپنی کے عہد میں، انڈس پبلی کیشن، کراچی، سندھ، پاکستان۔

☆ علی، عابدی رضا (۲۰۱۴)، اخبار کی راتیں، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، پنجاب، پاکستان۔

☆ فیروز، ایس۔ایم (۱۹۵۷)، Press in Pakistan، نیشنل پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان۔

☆ نیازی، ضمیر (۱۹۸۶) The Press in Chains، کراچی پریس کلب، کراچی، سندھ، پاکستان۔

A,Ashraf and A,Aazad, (2002),The Dawn of Hope: Selection from the Al-Hilal of Maulana Abul Kalam Azadian Council of Historial Research, New Dehli, India.

Joshi S ,(2001),Fractured Modernity: Making of a Middle Class in Colonial North India ,New Dehli ,Oxford University Press.

Natarajan S.,(1962),A History of the Press in India, Bomby, Asia, Publication house.

Schimmel, A.,(1975),Classical Urdu literature from the beginning to Iqbal, Otto Harrassowitz, Wiesbaden,Germany.